آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کس طرح ان دونوں حکومتوں اور ان کے ملک اور قوم کے حالات سے پوری طرح باخبر رہتے تھے، آپ کے ہاں باقاعدہ جاسوس تھے۔ پرچہ نویس تھے اور اطلاعات و خبر رسانی کا باضابطہ انتظام تھا۔ اس موضوع پر مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

(۱) التراتیب الاداریہ از کتانی (عربی) (۲) اسلامی حکومت کا نظم ونسق، ڈاکٹر حمید اللہ (انگریزی) (۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست، از مسٹر افضل اقبال (انگریزی) (۴) حدیث دفاع از میجر محمد اکبر (اردو) علاوہ ازیں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایران وروم ہی نہیں جن سے عربوں کا سابقہ براہ راست تھا، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دوسری قوموں (جن کو آپ نے اعاجم فرمایا ہے) کے حالات سے بھی باخبر تھے۔ چنانچہ ان لوگوں میں جو اچھی باتیں تھیں ان کو آپ نے سراہا ہے اور جو بری باتیں تھیں ان کی مذمت فرمائی ہے۔ ظاہر ہے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا تو صحابہ کرام کی جہاں بینی کا عالم کیا ہوگا؟ اس کا اندازہ دشوار نہیں ہے، مسلمانوں کے فنِ تاریخ پر عربی اور انگریزی اور فرانسیسی میں دسیوں اہم اور بلند پایہ کتابیں ہیں ان کا مطالعہ کرنا چاہئے، سب حقیقت معلوم ہوجائے گی۔

اب رہا مولانا عبید اللہ سندھی کا ارشاد! تو چونکہ ہمارے زمانہ میں فکری، سیاسی، علمی اور معاشی و معاشرتی انقلابات جو کچھ بھی ہو رہے ہیں اور دنیا کی ہر قوم پر جن کے اثرات پڑ رہے ہیں ان کا سرچشمہ یورپ ہی ہے اس لیے مولانا کا مطلب یہ ہے کہ جب تک ہم اس سرچشمہ سے واقف نہیں ہوں گے دنیا کے حالات کو اچھی طرح سمجھ نہیں سکیں گے، البتہ علم دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک بلاواسطہ اور براہ راست اور دوسرا بالواسطہ جو اخبارات و رسائل اور لٹریچر کے مطالعہ سے حاصل ہوتا ہے، مولانا کا منشا یہ ہے کہ اسلام کا تقاضا ہے کہ ایک عالم دین کو ان حالات سے واقف ہونا ضروری ہے، اگر خدا توفیق دے تو براہ راست ورنہ بالواسطہ ہی سہی، آخر میں یہ جتا دینا بھی ضروری ہے کہ نامہ نویس نے چند علماء کے نام لکھ کر سوال کا رخ دوسری طرف کردیا ہے، ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں گفتگو ہمیشہ